السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

حدیث میں ہے کہ اگر میرا بندہ میری طرف ایک قدم آتا ہے تو میں دو قدم اس کی طرف آتا ہوں، اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ صفات باری تعالی کا حقیقی معنی مرادلینا ہی سلف صالحین کا عقیدہ اور طرز عمل ہے۔ اس عقیدہ کی روشنی میں حدیث مذکورہ کا حقیقی معنی کس تناظر میں لیا جائے گا؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے بایں الفاظ بیان کیا ہے۔ حدیث میں ا تعالیٰ فرماتے ہیں: ''میں اپنے بندے سے اس کے گمان کے مطابق برتاؤ کرتا ہوں، جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھے کسی مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں، اگر وہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب آتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں، اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آجاتا ہوں۔'' [صحیح بخاری، التوحید: ۷۴۰۵]

یہ حدیث ا تعالیٰ کی کئی ایک صفات پر مشتمل ہے اور ا کی صفات دو طرح کی ہیں۔ ثبوتیہ اور سلبیہ

صفات ثبوتیہ: سے مراد وہ صفات ہیں جو ا تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اپنے لیے ثابت کی ہیں، جیسے علم اور قدرت وغیرہ۔

صفات سلبیہ: سے مراد وہ صفات ہیں جن کی ا تعالیٰ نے خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ان کی نفی کی ہے، جیسے نیند اور تھکاوٹ وغیرہ، پھر صفات ثبوتیہ کی دو اقسام ہیں:

1۔ ذاتیہ: ذاتیہ سے مراد وہ صفات ہیں جن سے ا تعالیٰ ہمیشہ متصف رہتا ہے، جیسے صفتِ علو اور صفتِ عظمت وغیرہ۔

2۔ فعلیہ: فعلیہ سے مراد وہ صفات ہیں جو ا تعالیٰ کی مشیت سے وابستہ ہیں، اگر چاہے تو انہیں کرے اور اگر نہ چاہے تو نہ کرے، جیسا کہ اِستِوَائٌ عَلَی الْعَرْشِ اور نُزُوْلٌ اِلٰی سَمَائِ الدُّنیَا۔

آخری قسم کی صفات کو ا تعالیٰ کے لیے اس کے شایان شان ثابت کیا جائے، اس میں تمثیل یا تکییف کا شائبہ نہیں ہونا چاہیے۔ حدیث مذکورہ میں جو صفات ہیں وہ ثبوتیہ فعلیہ ہیں۔ جو ا تعالیٰ کی مشیئت سے متعلق ہیں۔ شیخ صالح عثیمین رحمہ اللہ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت اور سلف صالحین اس قسم کی نصوص کو ان کے حقیقی اور ظاہری معنی پر ہی محمول کرتے ہیں۔ اور ان صفات کو ا رب العزت کے شایان شان ثابت کرتے ہیں ان کے لیے کوئی تمثیل یا کیفیت کو متعین نہیں کرتے۔ اس حدیث میں ا تعالیٰ کا اپنے بندے کے قریب ہونے کو بیان کیا گیا ہے وہ اپنے بندے کے جب چاہے جس طرح چاہے قریب ہو سکتا ہے، باوجود اس کے وہ بلند و بالا بھی ہے، جیسا کہ ا تعالیٰ کا آسمان دنیا کی طرف نزول اور اپنے عرش پر مستوی ہونا ثابت ہے۔ [القواعد المثلی، ص: ۷۰]

شیخ عبدا غنیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ا تعالیٰ کا اپنے بندے پر جود و کرم بطور تمثیل بیان کیا گیا ہے، یعنی ا تعالیٰ اپنے بندے پر بہت جلد متوجہ ہوتا ہے اور اس پر اپنا فضل و کرم کرنے میں جلدی کرتا ہے باوجود یکہ اس کی عبادت اس کرم و فضل کے مقابلہ میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی، وہ اپنے علاوہ ہر چیز سے بے پرواہ ہے اور اس کے علاوہ ہر چیز اس کی محتاج ہے۔ [شرح کتاب التوحید، صحیح بخاری، ص: ۲۷۱ ج ا]

یہ دونوں بزرگ سرزمین عرب کے نامور علما سے ہیں اور ان کی تمام زندگی درس و تدریس میں گزری ہے، موخر الذکر تو سعودی عرب میں ہمارے دوران تعلیم مضمون توحید کے استاد تھے۔ ا تعالیٰ ان پر کروٹ کروٹ اپنی رحمت فرمائے، اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے میں نے اس حدیث کی وضاحت میں ان کی تشریحات کو ذکر کر دیا ہے۔ [وا اعلم]

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ اصحاب الحدیث

جلد:2، صفحہ:53